

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232085

UNIVERSAL
LIBRARY

میرزا علی نقی فی الدین

احمد زاده المذنبه مکتوبات مجمع احسان مخدوم علی بن علی بن علی



فرمان تصدیق موقوفه مولانا ابوالحسن علی بن علی بن علی

بقام مراد آباد

المطبعة في دار الكتب في طهران



بسم اللہ الرحمن الرحیم



سنا جاویدرگاہ قاضی الحاجات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

توسیدانی خود ہستی گویم	گناہ بیخود را بار بستم	ہزاران بار توبہ ہا شکستم
گناہم موجب جان شنید	آن رحمت کہ دو عام کرد	جہا نرا دعوت اسلام کرد
ہین بختین مقسوم مانم	گدا خود را تر اسطفا جو د	بدرگاہ تو امی حمان بیم
دلم از نقش باطل پاک فرما	براد خود مرا چالاک فرما	بکشت از اندر دغم الفت غیر
در دغم را عشق خوشتر سوز	تیر در د خود جان لم دوز	دلم را محو یاد خویش گردان
اگر نالایم قدرت تو دار	کہ غایب از جانم بر آری	گناہم را اگر دیدی نگہم
بسے بگذشتہ شامانہ مرا دم	بدرگاہت رسیدم ساشام	بچشم لطف اکلم تو بر سر
بمال قائم چاہہ بنگر		

مکتوب اول بنام مولوی محمد صدیق صاحب مراد آبادی
در اثبات حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سر ابا عنایت سلامت۔ السلام علیکم کل جو آپکا عنایت نامہ پہونچا کیفیت مند رہے تو کہ کلمہ
طبیعت بہت گہرائی ہنوز اور تحریر و تصنیف ان فراغت نہونی تو کہ ایک اور سر پر
آن پری تفسیر لکھوں تو کہانتاک لکھوں یہ بحث ایک دریائی ناپید کنایت ہے
اور اختصار کیجو تو کہانتاک دریا کو کوزہ میں لانا دیکھنا اسلئے فقط عقیدہ دل سے
آگاہ کئے دیتا ہوں اس ضمن میں کسی دلیل یا مثال کی طرف بھی

اشارہ ہو جائے تو جو باوین انبیاء کرام کو نہیں حساب دنیاوی کو تعلق کر
 اعتبار زندہ سمجھتا ہوں یہ نہیں کہ مثل شہداران ابدان کو چھوڑ کر اور ابدان تعلق ہو جائے
 یہی معلوم ہوتی ہے کہ شہدار کمال میں ہیرت ہوتی اور انبیاء کرام علیہم السلام کمال میں
 میراث جاری ہوتی حالانکہ جو صبیحہ اللہ فی اوکاد کہ لذلک مصلح خط الایمان
 سب عام و عموم ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدار کی ازواج کو بعد از وفات
 نکاح کی اجازت ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی شان میں حکم آیا
 وَلَا تَنْكِحُوا ازْوَاجَہُمْ مِنْ بَعْدِہَا اَبْدًا حَالًا لَمْ يَمُوتُوا وَاحِلَ لَكُمْ مَا وُضِعَ
 ذَلِکُمْ حَسْبُ سَوَاحِلَ غَیْرِکُمْ فَارِغِ الْعِدَّةَ بِحَبِہِہِ مِنْ تٰی ہر او عموم والذین یتوفون
 مِنْکُمْ وَیَذَرْنَ ازْوَاجًا وَاُخَرٰہُمْ حَسْبُ بَعْدِ مَوْتِہُمْ ازواج کو اجازت نکاح نظر
 آتی ہے اگر مخالف ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نہ تھا اگر شہدار نہیں ابدان کے
 حساب ہو تو تو بہر او نکاح تو میں تو ہو جائے بہت موانع تو جو موانع و مظلوموں کو محسوس ہونے کی
 برابر ہوتا نہ مال میں ہیراث چل سکتی نہ ازواج کو نکاح کی اجازت ہوتی ورنہ اس حساب سے تو ہم
 مردہ دل ہی چہی تہو جو زندگان کی موت سے بدتر ہے کیونکہ اس نام کی زندگان پر ہمارے کو توبہ
 انعام کہ نہ مال میں کوئی تصرف کر سکتے نہ ازواج کی طہارت کوئی نظر ہر کو دیکھ کر اور وہ اس حیات
 کامل پہی ہو لٹ غرت و محروم رہی مگر چونکہ یہاں کے اسواں ہیں کہ ابدان کو شکست
 بخشنے والے ہیں اور یہاں کے ازواج نہیں ابدان کی شرکی تخم ریزی کیلئے مصلحت ہے کہ
 حشر لکھتے ہیں تو بعد ان نکاح تعلق روح کو ان متعلقات سے کیا تعلق رہے ہے
 بلکہ جو گھوڑا سواری کو لے کر اور گھوڑا اس کے گھوڑے کو اور گھوڑا اس کے گھوڑے کو تو بہر گھوڑا اس کے گھوڑے کو
 مطلب نہیں تھا ایسا ہی ابدان و اح کو کاروبار کو لے لے اور کام کرے اور اس کی سواری
 اور اموال و ازواج ابدان کو لے کر اور ابدان نہیں تو بہر ان سے ہی مطلب نہ ہوگا اس لئے

شمه دار که اموال و ازواج میں ہی بوجہ انفکاک تعلق مذکور اور کو بطور مناسب اجازت
 ہوگی اور یوں ہی بیکار زینو دینگو مگر ہاں جیسے یہاں کہاں نہ کی طلب اور اس تعلق
 ملی اس بات پر شاید ہوتا ہو کہ طالب و صاحب تعلق کو گہر پر گہوڑا وغیرہ کہاں نہ کہاں
 کوئی جانور ہوگا ایسا ہی سوال ازواج سے تعلق اس بات پر شاید ہو سکتا ہو کہ صاحب
 تعلق کو اپنی ابدان سے تعلق سے اس قدر مختصر و مفید تو بشرط فہم و انصاف خواہ مخواہ ہین
 آہی جاتا ہو کہ انبیاء کو اسم کو اپنی ابدان سے اس قسم کا تعلق اب بھی ہوگا جس قسم کا پہلے تھا
 یہی نہیں کہ جس طرح اس کو اپنی وطن کو یاد کرتا اور اس فاصلہ پر رہتے ہیں تو ان کو کچھ
 خبر نہیں ہوتی ایسی ہی انبیاء کی ارواح کو بھی مثل دیگر اموات اپنی ابدان سے ایک تعلق یاد گاری
 محبت سے ہوگا جو کہ اور ابدان سے محبت نہ ہتی تو تعلق یاد گاری ہی نہیں ایسا ہی تعلق ہوتا
 تو احکام میں چسپان ہوتی ہاں یوں کہ تو خیر کہ خدا کو حکم محض بوجہ اور بر حکم ہوتی میں
 مگر چونکہ اب سے یہی امید ہو کہ خداوند علیم و حکیم کو حکیم ہی سمجھتی ہوئی اسلویہ ہی امید ہے
 کہ بدلائے حکم مذکور انبیاء کو ابدان دنیا کو حساب سے زندہ سمجھیں گے جسب ہدایت کُل
 نَفْسٍ ذَاتِ الْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَبْنِيٌّ فَاِنَّهُمْ مَبْنِيٌّ تَمَامِ انبیاء کو ارم علیہم السلام
 خاص کہ حضرت سرور انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے
 مگر امت میں یہ اجتماع موت حیات ایسا ہوگا جیسا وقت حرکت کشتی جانشین کشتی کا
 حرکت و سکون جیسے یہاں سکون اصلی ہو اور حرکت عرضی ایسی ہی وہاں ہی حیات اصلی اور
 موت عرضی ہوگی اسلوی استمرار ہی اگر تسلیم کر لیا جائے تو کچھ مخالف مطلب نہ ہوگا کیونکہ حیات
 پر بھی موجود ہی یا جیسے آب گرم میں اجتماع حرارت و برودت حرارت کو تھو دھیل لیا جائے
 وہ خود شہود و محسوس ہی ہاں برودت کی لہلہ بھی اگر برودت ہوتی تو آگ کو کیونکر سمجھتا
 آگ کو بجھاؤ کی بھی حسنی میں کہ مادہ حرارت کو کہہ دیا اور نیست نہ ہو دیا مگر ظاہر ہے

که خداوند بجز خدا و عالم باب و کسی سبب و باطل او نیست و باوند چنین کرستی مگر
 بهی تسلیم کرنا ضروری که وقت موت حیات ایند او کرام علیهم السلام و بهی رشید و صاحب
 کیونکه حیات اصلی اس صورت میں کبھی قبر میں نہا کبھی آسمان پر نظر آنا ایسا ہوگا
 جیسا حالت حیات سابقہ میں کبھی میں پر نہا کبھی بوجہ عراج آسمان پر جلا جانا زیر پرده
 موت عرضی ستوری تو یہ ایسی صورت ہو جائیگی جیسو فرض کجی چراغ کو کس طرف گلی
 میں کہہ سرور پیش آمد کجی و یہاں تمام شعبہ میں باہر سمت کر او میں طرف میں آجانی میں کہ
 خود حلقہ چراغ میں سما جائی میں جس سورہ شداد اشار الیہ نمایان ہو جائی ایسی ہی ہمان ہی
 خیال فرمایو اس صورت میں موت انبیاء کرام او موت عوام ایسا فرق ہوگا جیسا
 چراغ کی طرف گلی میں ستور ہو جائی اور گل معانی میں قی ہواں جیسو باعتبار مکان ہیر و نور
 صورت میں ابرو بہر از افق ہر کہ باعتبار اصل اتنا پہلہ نہا ایسا ہی ہمان ہی سمجھ لیو اور
 شاید ہی جی کہ انک میت جلکما اور انک میتون جدا فرمایا مثل شتم انکم یوم
 القیامۃ جو کجا جملہ سب کو شامل کر کر انکم میتون نفرمایا کہ فی حق انب موت کو طرف
 اشارہ باقی ہو بالجملہ حیات حال انبیاء کا مثل حیات سابق ہونا اور پیراوس ہوا شد اور
 اعلیٰ ہونا یوں ظاہر ہو کہ مائلہ توفی تعلق الابدان الہیاء و یہ نہیں کہ مثل شہدا
 تبدیل ابدان کو گئی ہو اور شدت یوں ظاہر ہو کہ بوجہ جملہ ضد محام و محو موت کہی تمام مضمر
 حیات جو مثل شعاع شمس قمر اطراف بدن او راوس ہو یا ترکشہ بعد افعال جانا نہا
 سمت کر داخل بدن کی طرف جلا آ یا سمجھ لیو کہ تو یہ کافی ہو پیراوس سلامت دیکو
 لحاظ کیا جا تو او بہی ناید ہو جانی ہو میں احادیث او کجی جو ع کر کجی سو قہ صبر و پشیم
 جو یہ تحقیق کجی کہ کون سو حدیث صحیح ہو اور کون سو ضعیف ہو پیراوس مجھ کو ان باتوں کی
 خبر کم ہوتی ہو کیونکہ یہ باتیں کتابوں سو شتعلق میں اور اب خود عبارت میں کہ جیسو

سیاهی در تیار مود بین ایسا ہی یہ جاہل عالم بے کتاب ہی یہ باتیں آپ خود حضرت
شیخ کی تصانیف و کمال لین مگر ایسا یاد پڑتا ہو کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف
زیادہ کیا عرض کروں ہاں اتنا عرض کہو دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہو اور میں بتا ہوں
ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی رہی گا مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں نہ نہیں سمجھنا نہ تعلیم الہی
باتوں کی کتابوں میں مذکور دست و گریبان ہوتا ہوں خود کسی کو کہتا ہوں بہتر تاکوئی پوچھتا ہو اور
اندیشہ فساد نہیں ہوتا تو اظہار میں یہ بھی نہیں کرنا آپ ہی اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے فقط

مکتوب دوم در اثبات تراویح بدلائل عقلی و براہین نقلی

کترین انام محمد قاسم نام کہ سچیدانی شمار است و طاعۃ نفسانی کار و بندت محبوب بکار
اخلاق عبدالرحیم خان صاحب ام اخلاقہ کسلام سنون عرض کردہ عرض بردارست
کہ نامہ نامی کہ بنام احقر بہ نشان سیرتہ ارسال فرمودہ بودند از میرٹھ بہ نانوتہ و از نانوتہ
بجنگوہ و از جنگوہ براسپوشندہ زردم در او از شوال رسیدہ منوم گردانید نظر بر اہتمام می
در امور دینیہ و آہنم چندانکہ در فضائل اعمال لائل پنجین باید و دلالت پنجین چندانکہ
بر خود نفیر نہا کرد کہ ہنوز گرفتار ہوا ہوس و ہر دم بچکم مسالہ کار ایندم بدم می افکنم
ہماں قدر بر آسجناب آفرینہا خواندم و گفتیم کہ چون در فضائل اعمال اینقدر اہتمام است
و این سارقہ در دیگر اعمال غالبہ از فرائض و سنن سو کہہ چہ قدر ذخیرہ ہر عمدہ ہم اوردہ
باشد جزا کہ اللہ خیر الجزا از انما دم خیال جویش غرم را می گنجت و پاس بر بلطمی و
اما بالاسے حاصل طبع زاد کہ با شماع عاوانہ اشتر از بعض ملاتمان دریافتہ باشند
پیشانی روزگار کہ ہر روز از جای بجای میرفتیم و ہجوم کار کہ از کار جوہر کار می شستم نیز فرستند کہ
بہ ہجو اشغال غیر ضروریہ پردازم باینہد بدین سیاق و سباق نامہ سامی و مطالعہ دلائل

و مقاصد گرامی ندانم غلط است یا راست از هر طرف بودی تعصب و تمسق شنیدم و بظاهر
 این کار جناب نیست کسی دیگر است که در ریاضه نام جناب بن میان کورانده رفیع فرموده
 امام ابن صلاح را بابت عایش چه پاس کردی اگر انباشت احکام بنمحصر در صحاح بودی می توانست
 که فلان حدیث اثبات تراویح نمی توان کرد آری اثبات مطالب بقدر ثبوت دلائل میسر
 صحاح بقدر ثبوت خود و ضعاف بقدر ثبوت خود اثبات مطالب میسر میسر غرض حسب متوقع
 دلائل مطالب متنوعه ثبوت میرسد از متواترات عقاید ضروری مثل توحید و رسالت و حقیقه
 کلام الله ثابت می توان کرد و از احاد صحاح این کار نمی برآید و از احاد و وجوب اعمال و
 تا که سنن باید گرفت از ضعاف این کار نباید گرفت این فرق از کجا خاسته از تفاوت
 خاسته و زنه نفس حدیث اضافه نبوی همین خواهد که هر دو را بیک پایه باید سنجید مگر ظاهر است
 که احادیث ضعیف نه چنان ثابت اند که منک صحاح و حسان گردند نه چنان باطل که محمول
 موضوعات شوند پس لاجرم مرتبه آنها با اعتبار ثبوت و عدم ثبوت فیما بین صحاح و بلکه
 حسان و موضوعات خواهند بودند مثل موضوعات که سراسر باطل اند و بوی از ثبوت نشده
 بیکار بر مانند حسان و صحاح و متواترات در کار اثبات بر کار اندر بصورت ثبوت فضائل اعمال
 که از مطالب حسان و صحاح و متواترات فروتر است از ضعاف چه مستبعد و ظاهر است که
 و صورت ترک اعتقاد فقها به ثبوت تا که تراویح معلوم رتبه اش از فضائل نمی فراید پس
 اگر حدیث نسبت تراویح ضعیف باشد ظاهر برشان راجه پاک در فکر او اگر چه خون
 کنند کنند مدعیان تا که کنند آن اگر تعارض فرعون کسانیکه درین زمانه درین باره عموفا
 کرده اند و گویند که حدیث بست یا حدیث یازده تعارض است میرسد بن شود البته ترک
 بست و اعتبار یازده خلو بجا بود و گوید در آنم گنجایش گفتگی با دیگر باشد و بیشتر از اثبات
 تعارض از برهی مله و برهی کلمه الاسلام چه سود باقی ماند اینکه جناب ضعیفی تأب صلی الله

تعالی علیه آله وسلم در رمضان و غیر رمضان همی یازده راجعا آورده اند چنانچه از حضرت عائشه
 مرویت با آنکه حضرت رسول اکرم صلی الله تعالی علیه آله وسلم در لیالی سه گانه همی یازده نیت
 چنانچه از جابر مرویت این حدیث گویند ظاهر با حدیث سبت که مرفوع است بنظر ظاهر
 متعارض نماید و در حقیقت حکم متعارض خالی از جهل یا غنا نیست اول تراویح را از تجمید
 باید گفت بعد از آن تطبیق تعارض غرم باید کرد اگر گویند که تراویح مثل صلوٰه او این که بعد
 مغرب بخوانند و نوافل عشاء که در پیش پیش آن خوانده می شوند نوع دیگر و تجمید نوع دیگر
 و هر دو حدیث مذکور باره تجمید است خود ظاهر است که اعتراض تعارض بکسی خواهد رفت باز
 چون با اتصال تراویح با عشاء را در آن در اول شب و افتراق تجمید از عشاء که در وقت دیگر
 اعمال کثیره بیان می آیند و او کردن آن در آخر شب بنظر انگیزم این امور جمعی یا بهم سهند
 و تجمید روایات کثیره از حضرت عائشه مرویت هم از بعض صحابه یا ثور بعض از آن صحیحین
 و بعض در کتب دیگر اصحاح سنت منقول است چنانچه خوانندگان حدیث همه میدانند پس
 هر چه ملازمان جناب منشی سامی جواب آن خوانند و او ازین تعارض هم همان را قبول کنند
 با بحلیه چنانچه حل برینند و واقع احادیث بخاری و سلم را موافق با هم توان کرد و حدیث
 سبت که مت و یازده کعت را نیز با هم شتافت باید ساخت ازین صورت منصف شد
 سبت در امتثال منطوق آن مانع نخواهند شد بان اگر امام ابن صلاح لیاقیت قبول قول
 از موقوف قطعی به هم رسانیده اند و کلام الله یا حدیث باتباع او شان خوانده و دیگر علماء
 اصول و فقه را این منصب بهم رسید ما را گنجایش عرض محروص خویش نیست و اگر ائمه
 امام مهول حدیث با این معنی تصوریده اند که درین فن یکبار و روزگار و مرد این میدان
 بودند و باره محافظه الفاظ حدیث هر قاعده که بنیاد نهند جستم نهادنی است و برای
 که روند قابل گام کشادنی است ما را سلم مگر او شان را اگر در محافظه الفاظ حدیث

که لغرض محافظت معانی بقصودست چنانچه جمله فی مبلغ الشاهد الغایب یا جمله
 قرب مبلغ او می من سامع پیوسته بران شایسته است ائمه اصول فقه را در حق محافظت معانی
 ید طولی است اوشان دران باره اگر قابل اقتدا هستند ایشان درین باره لایق اتباع عدله
 بنیاد نهاده ایمه اصول فقه همین است که فضلا کل اعمال از اعتنا فیم ثابت می توان شد و
 اگر نیک نیامد کرده شود آن موضوعات که نظر بر کذب روئش در مواقع دیگر از موضوعات
 شمرده اند باین کلیه بالیقین غلط و مخالف واقع نمی باشند فان الکذب و قبیح یصدق
 بمجانکه حکم صحیح بمعنی مطابق واقع نمی باشند فان الصدق قد یحیط و ینیر جهات
 دروغ از غیر مصدوم چه مستند چنانچه در بعض صحاح مشهور هم همین است ندانی که در بخاری شریف
 در باب عمر شریف حضرت رسول اکرم صلی الله علیه و آله وسلم سه روایات با هم متعارض آمده
 شصت و شصت و شصت و پنج و همه میدانند که توافق این روایات باعتبار منطوق
 خویشین محال است لاجرم یکی مطابق واقع و دو مخالف واقع خواهند بود حال آنکه باعتبار
 اصول حدیث هر سه روایات صحیح اند و نه امام بخاری که التزام ایراد صحاح کرده اند و کتاب خوب
 نمی آورده اند این صورت را مرجحی باید که یکی را منطوق الصدق یا منقطع الوقوع گردانند و دیگر آنرا
 منطوق الکذب و یا قطعی البطلان گردانند پس حج اگر از قسم و آیات است علم است که
 صحیح باشد یا ضعیف چنانچه ظاهر است و اگر از قسم و آیات باشد از اندازه است که یکبار
 کار می بینی است چنانچه آیه یعلمهم الکتاب و الحکمة بران لالت میدارد و چون
 نرفته باشند از ضعیفیت حدیث ضعیف هم اگر موید بر آیه شود از مرتبه خود بالا رفته کارگر
 خواهد کرد چنانچه آیه و اذا جاءهم امر من الامن و الخوف اذا عوا به و لوشروه
 الى الرسول و الى اولی الامر منهم یعلم الذین یستنبطون منهم برین قضیه
 گواه هم موجود است چه بخاری و سایر الیهما اگر از قسم صحاح بودی و از اعراض طعن نمی شود و اگر در

در آیه ذرّیه موید صنف نبی شد جمله یعلی الذین یستنبطونه چه معنی داشتو اکنون معنی
آن هست که روایتیست رکعتی نیز عزم احقر موید بر آیه است و معارض کدام روایت نیست اگر
اندیشه که بدان اشاره کرده آمده ام سدر راه فلم نبود اگر همه ما فی الضمیر خود زیر قلم نیاوردی
باری قلیل کثیر از آن آویزه گوش سامی میکردم مگر چه کنم که منشی سامی در استدلالات از
حق کنار میرود چنانچه قدری معروض شد و قدری اکنون معروض می شود و طعن بر روایت
موطا برین آشته که بزید بن رومان زمانه حضرت عمر رضی الله عنه مذرافته سبحان الله
چه دلیل است وجه مدعا خلاصه طعن این بر اینست که رسالت تابعین اعتبار انشاید اول
این را اثبات باید کرد بعد از آن روایت مذکوره را رد باید فرمود عدم اعتبار اسل تابعین
اگر تراشیده خوشین است این را که می پرسد و اگر تقلید دیگر نیست بجز امام شافعی کیست
که با نظر رفته امام ابو حنیفه و امام مالک همه بر آنند که مرسل تابعین همه مثل مرسل صحابه
همه مثل مرسل صحابه معتبرند بلکه از سند زیاده چه ترک اسناد دلیل و ثوق خود است فکر اسناد
بر فهم سامع گذشتن و گویا العهد علی الراوی گفتن است اگر از تقلید عاریست قول امام بن صلاح
را بدیوار باید زد و اگر تقلید او شان جائز است امام ابو حنیفه و امام مالک چه تقصیر فرموده اند
امام ابن صلاح اگر تاسیس قواعد حفظ و نگاشت الفاظ بصیرت حاصل کرده اند امام ابو حنیفه
و امام مالک نیز در تاسیس قواعد محافظه معانی مدطولی دارند و اگر این قواعد محافظه معانی
به هم رسیده و در بعض مواقع بنظر ملازمان جناب علی تقدیر التسلیم معنی مقصود از دست و د
از قواعد محافظه الفاظ نیز این محافظه علی العموم دیده نمیشود چنانچه از ملاحظه احادیث
عمر شریف حضرت رسول الثقلین صلی الله علیه و آله وسلم موید است و اگر درین باره تقلید
امام شافعی بر و شان احسان نهاده اند از ما بسیار کجا و مگر اندر نیصورت اگر ملازمان جناب
اقتضا امام شافعی و وزیده ما نگه کاران اتباع امام ابو حنیفه لازم گرفته ایم اگر فرق است

همین قدر است که امام ابوحنیفه امام اعظم اند با جمله تقلید یکی از ائمه متقدمان ائمه دیگر را
 الزام نباید داد و باو نشان دست گریبان نباید شد این است جواب آنچه که ملازجان حجاب
 بطور قواعد روانیه برست گفته طعن فرموده بودند باقی طاعنه که بطور ادب و ادب وار فرموده اند
 جواب آن چه گویم که خود از ادب و فهم بیرون می نمایم بجز آنکه تعصب و تعقیب باعث این
 یاوه گوئیها شده باشد دیگر چه گفته شود و اگر باو نیست باید شنید یکی از ان طاعنها اینهم
 است که اگر بر و انیه علیکم که بسنتی و سنته الخلفاء دست آورده شود بلحاظ آنکه
 سنتی و سنته الخلفاء هر دو معروف و فاضل و کرامت و شعراست و اول یا ثانی می باشد
 لازم است که سنته الخلفاء که اتباع آن در حدیث اشاره فرموده اند همان سنت نبوی
 علیه و آله تحمیه و سلام و درست است این امر مفقود است میگویم که اول این قاعده و علما
 اصول کلیه نیست تا با اتباع او شان ملازمان مخدوم را گنجایش طعن بهم رسد و ما را فکر جواب
 باعث نزد شود دوم اینجا فقط لفظ سنت مکر آمده آن بذات خود تکرر است و تکرر
 تکرر با عترت همان کسان که تکرر معروف و احقر را تکرر و شمرده اند شعر تنایر است نظر بر این
 که سنته الخلفاء غیر سنت نبوی علیه الصلوٰه و السلام باشد و یا میگویم لفظ الخلفاء اگر معروف است
 میگویم از آن مکرر نیست و اگر نظر بر معرفتیه عرضیه است آن معروف خود از معروف دیگر متغایر
 چنانچه آن بذات خود متغایر اند این و آن معروف نیز متغایر خواهند بود و جمعی چنانکه دانی
 نیست که محکوم علیه حقیقی و صفات عرضیه همان موصوف بالذات می باشد پس اگر موصوف
 بالذات چیز واحد است صفت عارضیه نیز چیز واحد خواهد بود و اگر دو شو متغایر است صفات
 عارضیه هم دو شو متغایر بایدند است پس اگر سنتی و سنتی مکرری آید یا سنته الخلفاء و سنته
 الخلفاء مکرری شد این گفتگو را بطاهر خیل و سجا گفته می شود و با اینهمه در ابنا و ابنا
 که ملاک در انفسا و انفس که در کلام الله یک جمله مکرر آمده چه خواهند فرمود سبحان الله

با یحیی بن المفضل و سایر ائمه این ترانها و دور و دراز علاوه برین همه اهل فہم را دین قدر
 اتفاق است کہ عطف مقتضی تغایر می باشد تا وقتیکہ تغایر حقیقی با تغایر اعتباری بدست
 نیاید عطف نتوان کرد و اما آنکہ طعن لام تعریف و جمیع مفید ستغراق میباشد اندر بیعت
 لازم است کہ جمیع خلفاء را باشد پس سنتہ ائمه را کہ اشارہ بالترشح فرمودہ اند می باید
 کہ سنتہ ہمہ خلفاء را شدین باشد و بت کعت اگر است سنتہ حضرت عمر است سنتہ
 حضرت ابی بکر نیست این اعتراض از ہمہ افزون تر است ما اشارہ فرمودیم مطالب ہمیان
 باید و نکته فہمی کم از فہم انبیا و شاید مخدوم سن انبیا در سلم کہ جمیع محلی باللام از الفاظ عموم است
 و لام تعریف و جمیع اکثر مفید ستغراق میباشد اما منشی آنخذ و مندانم منشی اجتماع از
 کدام بدو می برانند و این تحقیق از عقل یا از نقل از کجای می نگارند مفاد ستغراق همان مفاد
 کل افرادی می باشد نہ مفاد کل مجموعی تا این طلب باین دلیل مربوط می شود و طاعت است
 کہ در کل افرادی حکم راجع بہ فرد جدا گانہ می باشد آری در کل مجموعی حکم قضیہ راجع بہ جمیع
 مجموع میگردد و افراد را از ان سروکار کو نمی بود و آنچه منشی جناب ہمیدہ اند مخلصش
 ہمین ارجاع حکم بہ جانب مجموع است ازین تا از ان فرمود است کہ بفرق زمین آسمان تعبیر شد
 توان کرد با اینہم حدیث اصحابی کا لجموم یا ہم اقدتیم اھتدایتہما حکم
 باید کرد و باید دید کہ چنان فیصلہ این نزاع میکند علاوه برین خصوص قطعہ قرآن شریف
 و حدیث را کہ در بعض مواقع بر جمیع محلی باللام مستعمل مینمایند شدگان اللہ لایضہیع
 اھو المحسنین چه جواب خواهند داد کہ ام است کہ نمیداند کہ اینجا جمیع را درست
 چه یک معن ہم اگر بعالم باشد تا ہم اصنافہ اجدانجا اسند شد و نیز باید کہ بطریق فہم منشی
 جناب جزمہ چنین بچرا باشد و آن ہم چند آنکہ تقدس شخصی را در ان گنجایش بود نہ تقدس
 نوعی را بحال چه عطار ارجح بکارہ خواهد شد مثل صلوات کہ بعد از آنکہ و اختلاف میکرد

سه که مطلوب می شود بقدر از سنه مختلف نخواهد شد همچنین در جاهد الکفار و المنافقین
 لازم است که جهاد مجموعه کفار و منافقین مراد باشد از بصورت یا حضرت رسول الله
 صلی الله علیه و آله وسلم را باید گفت که از اینجا بدار فرض تشریف بردند یا بر خداوند احکم
 احکامین بنمود با الله غصه باید کرد که اینچنین حکم دشوار بر نبی خود فرستاد که او پیش تو استند عیب
 عدم اقبال ازین جهان بردند بنمود با الله سو بر الفهم و ازین هم در گذشتیم اذان ثالث جمعه
 بشهاده صحیحین سنه حضرت عثمان فمی النورین است یعنی الله غنیه پیشتر از زمانه او شان فقط
 بآن دو اذان اغنی بجز اذن خطبه و تمجید و پس از سنه انخلاف در حدیث مذکور اگر سنه هفتم
 بطور مذکور مراد باشد لازم آید که اذان مذکور داخل بدعت شود چه سنه نبوی است سنه خلفاء
 بطور مذکور و این التزام بدعت از بصورت نه تنها بر حضرت عثمان خواهد بود بلکه جمله صحابه
 رضوان الله علیهم همچنین که در آن زمان حاضر بودند بتقدیر خواهند شد و میدانی که این همان
 گناه و همان عیب است که رفاض و شیعه از دائره سنت و جماعه بدان بدر زدن و ازینهم
 باید گذشت در آیه اولئك الذین هدع الله فیهم ایمم اقتده ضمیر بدینهم ارجح
 بسو الذین است معنی این شد که روش آن کسانی که ذکر او شان کرده ایم باید گرفت عرض
 لفظ بدینهم در قوه هدی الذین شد و معلوم است که مخاطب باین حکم جناب شماست
 صلی الله علیه و آله وسلم اند و شار الیه بوصول انبیا رند و انصار که بجمعه آن حضرت موسی
 علیه السلام و حضرت داود علیه السلام هستند و موافق این خطاب این ائمه حضرت
 صلی الله علیه و آله وسلم در روز عاشوره اقتدا به حضرت موسی علیه السلام کردند و در سجده
 تلاوة سوره قصه اقتدا به حضرت داود علیه السلام کردند و اگر سجد سوره قصه اقتدا به حضرت
 داود علیه السلام نگویند و گویند که سجد حضرت داود علیه السلام بجهت استغفار و سجده حضرت
 سید بر صلی الله علیه و آله وسلم جهت شکر پروردگار که ما را ازین قسم ابتلا محفوظ داشت

و راقی در حضرت موسی علیه السلام در زنده جانوره کلام نیست چنانچه
 مخبر حق موسی او کما قال بران گواه است که بوجه دیگر از پیشتر هم
 رسول حضرت صلی الله علیه و سلم بانی آنرا اجتماع وجود کثیر و یک عمل
 بود و من اینکه نمود و مگر ساعد این نه عقل است چنانچه دانی و نه نقل چنانچه انما
 افعال و ماکون میزانی و میدانی که از بین جاتضا عمت ثواب صله از سه موی
 چنانچه با این حدیث موافق اند انفس این قسم سند قطعی و نبوت سر از انما
 بهی هم بر این مذکور نیستند از منصوص و حدیث اقل و بالذکر و در حدیث
 که انفس الذین و قمع است همان هم نخواهد بخشید که الذین واقع آیه مذکور بخشید
 است فرق تشبیه جمع است مگر این قسم فرق و تبدیل با مبدی مضامین و لزوم
 کار از این توان شد پس هر یک را آیه مستوره سنت با بوی قابل اتباع بر
 یکی تکلیف از آن بود که در هیچ پیش مراد اند لایق انما و تقدیر او بود
 خطا اقل با توجه و شاید جدا و لا انما بین این کشتای بودی توانست گفت که
 و انما علی مثل فرق است این است آنچه که بود رجعت و سر می در است
 انما سبقت این پدیدان و آمده اکنون انما نیست که با این قصد
 که در چهار مجتهد صاحب پاینده نگاشته ام از تحریر جواب اصل مسئله دست
 چه اگر چیزی می نویسم لاجرم قطع و تصحیح آن و سنجیدن او و اله همان صاحب
 رفعت او نشان اولی که ام نام انصافی گذشته اند که باید بگوای خواهند بود
 میست تو که زمین انکو ساختی که با آسمان نبرد ختی و در او آ
 نهضت تکلیف مودی احمد حسن امرویی کی یکی از احباب تهرانی و در
 با مروی فرستاد بودم از ایشان بطش همسانیه میفرستاد و یکجمله گفته بود

سعادتمند دیگر آنکه آنچه که بلفظ مضامین شریعیه بیان آنستارد فرموده نامیجو هم که نشانه
 مکرر دین بیهن از رانی فرمانیه تا شاید چیزی زیر این پرده باشد باقی عرض دیگر است
 که بنده امیرین علایان با حدیث ایشی ط فهم بدین انکار و بلکه این اشعار ایمان می آید لیکن
 اینجا بدقتان که مضامین نامه سامی اینجا قلم او شان است بر سر اعمالی که در
 نمیدانند اینجا کسان نمیکند فعل بلکه کشیدند و اما قفل تکفیه اشاره افروز کرده
 باید که در این ابر صحابه طعن نمیدورین هم نشود و احادیث با هم با قرآن شریعه متعلق
 مانند بطوریکه با اختیار این مطاعین جانب صواب انداز شوند و اما دست با هم ستاده و در
 قوس اندک آن شود هرگز پندیده خدا و رسول نیست مملی الله علیه که دلم و دایره اینجا
 بهتر بود که در است چنین است چنانچه عرض کرده شد دیگر آن که هر که قصد عمل با لودیت کند آن
 با این این استیارات چه کار اگر اراده عمل با لودیت با این معنی است که هر چه در این
 یا بزرگ بران عمل کنند آن مقصد مقتضی این است که بر سر خود بکشند و درین کار خود
 را در عقل مشیتان بر عمل اولی و افضل تر است اگر قصد عمل با لودیت را
 پس از این صورت بر عقیدان سابق و قایلان ایشان چه طبع و الله المتوفی لنا و لکم اگر
 نازیبا از قلم آنقدر دریا از قفسین است و سینه شکلی با لایه انیان سازد چه مضامین
 سانی در پرده استدلالات بلو من رسول الله صلی الله علیه و سلم را داشته نه صحابه

کرام را در عنوان الله علیه بسم احبیر
 تسبیح حضرت مولانا بسم الله الرحمن الرحیم رشید احمد

خلاصا حب عبد الرحیم خان سلمه - بعد سلام سنون آنکه نواز شناسمید و با بر او آنچه
 تحریر بوظاهر و متبادران این چنین میشود که مقصود استفسار مسئله نیست بلکه اعلام از این تحقیق

است لهذا در تحریر جواب تامل مانده آخر الامر چنان مناسب معلوم شد که ابتدا به چند
 فقره عرض کنم از تسلیم و غیر تسلیم کاری نیست لهذا در تحریر جواب به پیش بر اهل علم نوشته شده
 که قیام رمضان قیام میل فی الواقع یکسان است که در رمضان یک مرتبه مسلمان اول شب
 منقر کرده شده و هنوز عزیمت در ادایش آخر شب است او در قیام میل غیر علیه السلام چنانکه باید
 رکعت و کم از آن است شمرده اند میزوره رکعت است و سینه بخیر هم در سجده وجود دارد که
 نقل روایت این سه و از قول اربعین فصلی رکعتین ششم رکعتین ششم رکعتین ششم رکعتین
 ششم رکعتین ششم رکعتین ششم رکعتین ششم رکعتین ششم رکعتین ششم رکعتین ششم رکعتین
 دهند و از ده رکعت نقل است از و قضا و آنجا که و از ده رکعت را در روز اگر شب بود
 قوت می شد ششم صحت و از ده رکعت نقل است این صحیح و صحیح موجود است باید در این جای
 که صحیح ترین بیان از و از ده رکعت نزدی شد و سینه آن یقین می برد و در هر یک از ده رکعت
 صحیح است چنانکه از ده رکعت نقل می فرمایند از اجماع امام باقر و مؤلفان در ده رکعت
 روایت می فرمایند چنانکه در مشکوٰۃ موجود است که هر یک از ده رکعتی باشد غلط کردم جناب افضل
 صحت بقایا به سنت حضرت فخر عالم بر جمیع مخالفت حجت نیست این نیز بر اهل علم و فهم است که فخر
 قیام رمضان را آنجا که سینه فرموده اند و تعداد رکعات آن فرموده اند که در زیاد
 در آن انباشتن چنانکه در اکثر نقل روایت است و در نه اختلاف است و اگر عدد آنجا که
 نشود لهذا امر قدر که زیاده و عدد رکعاتش بود موجب اجرام است نه باعث گناه است
 و هیچ حدیث و در منع آن دار و نیست بلکه حدیث علیک بکثرة السجود مطلقا آنجا که
 اکثر رکعات نوافل روز و شب می فرماید البته جایگاه شایع تجدید فرموده چنانکه در روایت
 و سخن روایت نقصان زیاده در آن نیست و معذرا که قبل آن می بیند آن محل نوافل
 که نوافل نقل فرمادند بدون اعتنا و سینه آنها کسی است که از این منع فرماید و بگوید

پس همچنان در تجمیع و قیام رمضان زیاده رکعات را چه اندیشید خواهد شد و آنچه در حد رکعات تجمیع فرمود عالم علیه السلام تحقیق است از این داشت که فعل آن جناب محقق گردد که چیست نه آنکه زائد از آن بوده است صریح به النووی فی شرح المسلم برین است صاحب سنن که اصل آنرا شافعی علیه السلام سنن فرموده و تجمیع در آن فرموده شافعی است رکوع و سجود که در آن زیاده از قدر یک آن جناب میگفتند باینکه است قریه قرآن که زیاده از مقر آن جناب است و فرض و فعل بدعت خواهد بود و علی بن ابراهیم بن قیس مورخین است که علماء حق طبعه اگر چه سننه مکرر میفرمودند که بر این وجه سننه نزد ایشان صدق آید مگر آنکه سادان بدعت خوانند مخصوصاً زیادت که از صحابه ثابت شده پراکنده است و یا حدیث مختلفه سماعی میده باشند تعالی عشرين پس از زمان حضرت عمر رضی الله عنه باشد و تقریر آن جناب منقول شد چنانکه در موطاء مالک مرویست و ششم انقطاع بر محل غنیمت چه که از نیرب بین تابعی ثقه اند و ارسال ثقه مقبول است باشد مالک و محمد بن سلف را همین است اگر چه صحیح واحد در آن کلام کرده اند کتاب ابی داؤد و بیرونی که در مکرر کتب اصول حدیث مطالعه نمایند معنی حدیث صحیح معنی که صاحب فتح روایت آن فرماید مؤید است منزل شبهه انقطاع و ترمذی در مجلس خود از حضرت عمر و علی و غیره ما من الصحابة روایت آن میکنند پس اکنون در ثبوت عشرين از آن جناب رضی الله عنه چه نزد و ما در این زیاده را مخالف سننه پراشتن نهایت موجب تعجب است که هیچ اهل علم چنان فرماید چه بالا نوشته ام که قیام لیل محدود نیستند و نه بر کجاست صحیح ثابت شد که فرمود عالم علیه السلام گاه ماه کامل خیر رمضان صائم نبود و نه هیچ ماه را از صوم خالی گذاشته اگر چه تمام ماه روز در دردتختل می افتد سننه گردد و گرفتار بدعت معاوانند باید که حضرت عمر و علی و دیگر اصحاب و تابعین اعراف ترمذی و غیره بسبب زیاده حد در رکعات این بدعت شوند انقطاع

استغفر الله ولبسها را منوع از صلوة و صوم و رکوة و حج و ذکرتبایج بدقه شوند
 تأمل در کار است اهل علم را چنان فرمودن سخت نازیباست مابین لفظ مخالف
 و موافق و محدود و غیر محدود بدقه و سنت امتیاز واجب است و چونکه در حدیث
 علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدین انما اشراف جناب سائر علیه الصلوة
 است که چنانکه سنت مرا التزام کردن بر شماست سنت خلفا را هم التزام ضرور است
 و مراد از سنت خلفا امریست که از انجناب صدر آن نشد و از خلفا و قیام آن شده
 و آن هرگز خلاف کلیات شرع نمی خواهد بود بلکه موافق سنت و مستنبط از آن لهذا این است
 رکعت هم مذکور سنت شدند بدقه گفتن آن سخت نازیبا کیس عالم چنین نگفته اند
 آنچه خلاف است آن است که زیاده بر آن قدر که انجناب علیه الصلوة خوانده اند آیا سنتی
 اند یا استحبابین بعد از چندین حدیث افاده فرموده اند بلکه مراد از سنت خلفا سنتی است
 که مبین سنت نبویه باشد از عجایب روزگار است چرا که اگر مراد از عینیت است که بعینه آن فعل
 انجناب علیه السلام عمل راه فرموده بشنون کرده باشند پس می پرسیم که بین صورت خاصه
 تقریر خلفا چیست آیا بدفات انجناب که مراد از خلفا مجال نشیب فرار داشته یا نسخ
 و تبدیل آن میرسد تا سنن که سنت خلفا کرام و غیر آن را ترک کنیم و اگر مراد از من است
 که مستنبط از سنت بود یا نظیرش در سنت موجود باشد و موافق کلیه شرعیه بود مثل جمیع قرآن
 شریف ترتیب سور آن مثلا لاریب این امر مسلم صحیح است مگر این زیاده کلمات را
 ندانم که بچه و مخالف سنت قرار داده خواهد شد آنچه از اصول قاطع اعاده محرفه تحریر است
 در تلویح این بحث ابا دید که این قاعده کلیت و خلاف این بسیار وجود است این قاعده
 آنجا بود که قرینه خلاف موجود نباشد اینجا عطف لفظ سنته الخلفا بر لفظ سنتی معاویه
 می خواهد و مقصود جناب سالت علیه السلام از این التزام سنته الخلفا خود است مرا

مثل سنته خویش چنانچه در حدیث دیگر فرموده فاقدا و ابوالذین من بعدی
 ابی بکر و عمر بلکه در حدیثی باقی آمده که جمله صحابه فرمود اصحابی كاللصوم بایهم
 اقتدایم اهدایم و یحیان آنچه لام اتخراق فهمیده اند نه این معنی است که آنچه سنته مجموعه
 خلفاء باشد بشرط اجتماعهم علیها آنرا قبول سازید و امری که یک عین باشد اگر کرده باشند
 ترک کنید و این صورت آنچه باقی آمده است مخفی حکم است تا تمام خواهد شد که دو وجهی خواهد بود
 ذکر فرمودند و هر دو حدیث بخلاف آن خواهد شد و ترتیب مصحف عثمانی بدین خواهد شد
 چه خلیفه اول حج آن کرده بود و ترتیب آن مسئله عول و تجدید حدیث و بیکر امور که در
 زمان حضرت عمر قرار یافته اند و خلاف سنته خواهند شد و معاذا الله بلکه مراد آن است که سنته
 همه خلفاء را التزام سازد چنان بکنند که سنته بعضی آنها گیرد و بعضی آنها نگیرد و قال الله
 یا ایها النبی جاهد الکفار و المنافقین که معنی بر آن آنست که با جمیع کفار
 و منافقین جهاد باید پس حسب فهم سامی باید که آنجناب مراد الهی نخواهد بود بلکه با تمام
 کفار عالم جهاد آنجناب واقع نشده و چه ضرورت است که در حدیث لام لام استخراق
 باشد بگویم که لام آن لام عهد خارجی است که خلفا خمس معهوده را مراد داشته و مراد
 که طریقۀ ایشانرا قبول کنید و پیروی اجتماعیه از حدیث فهمیدن همانا که محاوره کلام
 ندانستن است پس بهر حال آنچه در ترجمه حدیث نوشته اند مراد و تقریر بر محل نیستند
 زیاده چه عرض کرده آید و در بعضی دیگر جابهم در صحیفه سامی محل کلام است مگر بنده اباصل
 مسئله کار است و از تقریر زیاد عرض نیست اکنون که بابت رکعت تراویح از فضل خلفاء
 ثابت شد عمل بر این واجب است بدینچه فهمیدنش محض حیا الله زائد از پشت
 رکعت را بعضی صحیحانسته اند و بعضی موکده گفته اند این مسئله خلافیه قدماست که مراد برین گفتگو
 ضرورتی است تعالی اعلم فقط سوال اول هرگاه در تعریف سنته ملاطبت بنوعی صلاح

علیه آله وسلم مع التکرار حیثاً ما خود است اینهم ظاهر است که بر ترویج مواظبت گذاشتن
 نیست پس نسبت به آن از کدام دلیل اطمینان کرده خود و آنقدر که بر این مواظبت ثابت است
 همان است که کلمات توحید هستند تا غیر پس باید که همین رتبه باشد و زیادت بر آن روا
 نباشد فقط سوال دوم آنکه این دوازده رکعات که بر پشت رکعات بیست نبوی صلی الله
 علیه آله وسلم افزوده شدند آیا در تکرار همان مرتبه هستند که آن پشت رکعات حاصل است
 یا از آن تبه فروترند؟ **جواب اول** آنکه هر چه صحابه رضوان الله علیهم جمعین بر این
 مواظبت فرموده باشند سنت محکمه می باشد بقوله علیه السلام علیکم بسنتی و سنت
 الخلفاء الراشدين المهدیین نعم تا گردید مواظبت رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم
 هر چیزی می باشد مواظبت صحاب که این نیست چرا که مرتب سنتی که در تکرار متفاوت
 می باشد قال المختار ناقلاً عن شرح المنیة قال مراتب الاستحباب
 متقاربة کلمات السنة انتی و خود حدیث علیکم بسنتی انما ظاهر دین است
 چرا که علایات تقدم و تأخر و کلام بلغا و بلا وجه نباشد خصوصاً کلام یا انستقام
 سر و تیار تاج الفضل و بلغا پس تقدم سننی و تأخر سنته انما ظاهر مع اشارات و قیاف
 دیگر کمال اگر اول از زمانی می خواهد چنانچه از بیت ان المصفاء والمرحمة من
 شعائر الله عز و جل رسول صلی الله علیه و آله وسلم استخراج فرموده اند از شایان کرد که بدایت می کنم
 بدانکه بدایت کرد حق تعالی او در ذکر کما هو فی الحدیث پس اینجا تقدم زمانی است و اینجا
 تقدم فی المرتبه بهر حال از تقدم ذکر تقدم رتبه استغفار و شیود و اما مواظبت آنحضرت صلی الله
 علیه و آله وسلم بچیز بطور فرض اگر از خصوصیات نیست برامه هم فرضیه را می خواهد و اگر
 از خصوصیات باشد لیکن البته از آن مبنی و نباشد پس این مواظبت نسبت به آنجا که باید که
 استحباب مقتضای اوست چنانچه توحید که نزد بعضی بر این حضرت صلی الله علیه و آله وسلم

فرض بود و آنکه را سبب مگر چون دلیل دیگر بر آنکه این فعل بر آنکه پیدا آید البته آنکه سبب
خواهد شد مثل تراویح که هر چند نزد همون قائل فرضیت تهجد بر آنحضرت صلی الله علیه و آله
و سلم تراویح نفس تهجد است علی تحقیق مگر چونکه برین تهجد شخص باین سبب که آید موافقت
صحابه پیدا آمد بدلیل قولی تا که پیدا کرد و هو قوله علیه السلام علیک السبب فی تراویح اگر نیکو آید
موافقت فعلی حکمی هم بر تراویح از رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم هم توان دید چرا که رسول الله
صلی الله علیه و آله و سلم چند روز خوانده عند ترک آن فرمود که بسا و ابرائمه و حبیب خود و در حج
افتند همانا که فعل او را گاه و ترک او را بعد موافقت حکمی دارند قال فی الاحتکار والمراد
ایضا اللواظبة ولو حکما التداخل التراجع فانه صلی الله علیه و آله سلم
بین العذر والخلف عنها قال الطحاوی عن ابی المسعود انتهی پس
حد مره سائل جمعیت خود ماند و بر آنکه فرضیت تهجد بر آنحضرت صلی الله علیه و آله و سلم
منسوخ گوید چنانچه قول حضرت عائشه است و او مسلم فی سنه پس موافقت تهجد دلیل سنت
خواهد بود و لکن قولیه ناظر استحباب مگر تهجد رمضان است بدلیل قولی سنت مکرره
خواهد ماند و الله اعلم **جواب** و حکم آنکه است کتب تراویح در زمان خیریت نشان حضرت
عمر رضی الله عنه قرار یافته اول یازده کعبه و تر خوانده شد پس آخر امر رست بر
سعه و تر قرار یافت و او مالک فی الموطا رست صحیح و آنچه نیست خلفا را باشد تا که آن
از جواب اول واضح شد باقی ماند آنیکه همه مکره باشد یا بعض پس صاحب هدایه و غیره
بر آنکه که همه مکره اند و قدوری گفته که بعضی آنچنان رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم
ثبوت یافته مکره باشد و آنچنان زیاده بر آن زمان عمر رضی الله عنه قرار یافته مستحب بود
این تمام هم همین میل اند هر چند این تمام را علماء جواب داده اند مگر از تقریر بنده جمیع
بهره و قول توان کرد که مراد قدوری از استحباب یکجائی تا که نسبت به مشیت کعبه

و مراد باینه تسویه نفس تا که است نه قدر آن چرا که تا که کلی مشکک است و حدیث
 عَلَیْکُمْ تِسْبِیْنِ اِنْهُ دَلِیلُ اَنْتُمْ لَیْسَ بِکُمْ عِبَادٌ جَابِتٌ تَقْلٌ وَ یُکْرِیْتُ وَ یُعِیْشُ ثُبُوتٌ
 روانه میوطا که اصح الکتاب فی الحدیث و طبقه اولی است و هم باینه بخاری حاجه کتب
 نیست همین معمول خواهد بود و ندیب مالک حمه الله علیه هم همین باشد مگر تا هم آنچه که
 زیاده رکعات از دیگر آمده اند و میوه توان شد که مثلاً بعد هر ترویجه اهل مدینه چار رکعت
 میخواندند نسبت رکعت فرادی زائد شدند و جمله چهل شدند و چهار اتم مجازاً در ترویج
 شمرند و اهل مکه بعد هر ترویجه سبع طواف کردند و دو رکعت طواف خواندند و دو رکعت
 فرادی مزید شدی رکعت اجمازاً ترویج شمرند و بعد نسبت رکعت قبل و در بعض گاه
 که اربع رکعات راترک کرده در دعوت مشغول ماندند شانزده رکعت مزید شدی و شش
 گردیدند و یک امبعوع و قبل و تراگر کم کردند و رکعت کم شده نسبت هشت شدند و نسبت
 رکعت خود امری است مثبت و محقق از فضل صحابه و یازده از فضل سرور عالم صلی الله
 علیه و آله و سلم که اگر از نسبت است اجماعی ثبوت نسبت رکعت با جماع صحابه
 در آخر زمان عمر رضی الله عنه ثابت شده پس نسبت باشد و کسی که از نسبت آن انکار دارد
 خطاست الله تعالی اعلم و علمه انتم و احکم فقط راجی همه به رشید احمد گنگوئی

مکتوب چهارم بنام مولوی صدیق صاحب فیضیت علم

بنده سچمان محمد قاسم بخدمت بابرکت و سر ابا غایت لوی محمد صدیق صاحب ازاد کم الله علماً
 و کمالاً پس انسلام سنون عرض بر ابریت غایت نامه سرمایه منت و موجب
 یادآور میباشد شکر عنایت احباب توانم و طریک کفایت محبت ندا هم این یک دعا را
 نایب است که تهنیتان دین دنیا را سوا آن سرمایه دگر نیست اگر بدرگاه بی نیازی

میرسد و فریم نه بود مگر تا هم از خود دروغ نیست خداوند که میمقاصد دل برساند مگر دنیا را
 اگر بنیم پیش عاقلان متاع قلیل است رو بسوی او چه کنند باقی ماند این کن اعظم آن علم
 حدیث تفسیر بعد از ازا در راه گذشته بوطن رفتند آن کدام ضرورت باشد که خویش
 از خوبی این دولت بی بها چنین زیاده بنظر آمد که یکبار افتان خیزان رفتند غایت نامی
 غم و رخ دنیا همیشه همین سان آیند و میروند کار عقل آن است که مقصود را از دست
 ندهد جوهر ذاتی و وراثت نبوی گذشتن و قلیل را از متاع قلیل گرفتن کار خردمند
 نیست سرمایه استحقاق خلافت حضرت آدم علیه السلام همین و فو علم بود و در نه و در صورت
 ملائکه و فساد بنی آدم کلام نبود مصلحت دیدن آن است که اگر علم را شروع کرده اند
 تا تمام نگذارند در شش ماه یا یکسال کتب باقیه هم انشاء الله تعالی تمام خواهند شد اگر
 این مضطرب و ملون بود در اول امر کدام کس خبر کرده بود که مغموع کردند گستاخی معاش
 باد بهمه یاد آوران خصوصاً برادران میرزایان مولوی عبدالرشید صاحب مولوی
 صاحب و اگر جناب حافظ صاحب هم تشریف فرمایم مراد آباد باشد یا اتفاق حاضری خدمت
 جناب مفتی صاحب شود ازین سلام عرض دارند

مکتوب پنجم در جواب سوال حافظ بشیر الدین صاحب مراد آبادی

سوال زید در بحالت لاعلمی ملک عود
 رهن رهنی او قبیضه او سپر کرد یا منافع او سکا اپنی صرف بین لایاها هنوز میعاد برهن
 منقضی بنین موی تنی که بعضی اشخاص در کها منافع رهن کا حکم سود مین بود زید
 اس امر کی تحقیق جابها که فی الحقیقت منافع رهن حکم مین سود کو یا بنین در صورت
 سود و نوکی زید چه منافع به نیت زاصل اپنی کو خرج مین لایاها او کو بوقت فک

عمر و کو وضع کر دنیا فرو ری یا نہیں مثلاً پانسو روپیہ عوض رہن ہی زید سو روپیہ اپنی
 صرف میں لایا تو چار سو روپیہ بروقت نکل میں کہ عمر و سیلیوی اور سو روپیہ منافع کے
 او کو وضع کر دیوی اگر زید ز منافع بروقت نکل میں ادا کرے اور عمر و قبل اپنی منافع کے
 معاف کر دیوی یا بعد لینے کے زید کو دیدیوی جائز ہی یا نہیں شرعاً ایسا ہو کہ زید
 روپیہ اپنا عمر و سیلیوی اور تمام ز منافع رہن زید کو جائز ہو جاوی غرض کہ زید کو سیلیوی
 بگرت گناہ ہی ہو سکتی ہو لہذا تکلف خدمت عالی ہوں کہ اس مسئلہ میں جو حکم شرع
 شریفی ہوا شاہ فرما کر اگر مرہن ز منافع بروقت رہن رکھ دینے کی بعض محنت اور
 خبر گیری ملک ہو نہ کر اس کو سختی جیسا کہ عبارت جمولی رہن نامہ میں
 ہوتی ہی جواب سر اہمایت عاف زبیر الدین صاحب - اسلام علیکم رہن کی آمدنی
 جو زمانہ حال میں کہائی جاتی ہی از قسم دہی ہرگز حلال نہیں اور اس قسم کے الفاظ
 لکھ دینے کی سنی حلال کیا اور بخوشی یا یہ آمدنی حلال نہیں ہو جاتی بخوشی دینے کے لئے
 ایک مرتبہ ہی تھا اور کوئی جہان میں سختی ہی نہ تھا بلکہ سب جانتے ہیں کہ یہ پوز لاسیکی
 تحریریں فقط بغرض قرض اور طمع کار براری ہوتی ہیں خدا تعالیٰ ان جلیوں کو
 خوب سمجھتا ہو وہ دل اور تہ دل کی باتوں کو جانتا ہو عرض ان جلیوں کو توقع
 حلدہ و از غم و عقل ہی ہا اگر آمدنی اشیاء مرہونہ کو پورا پورا مجاوی اور قرض میں
 محسوب کر لو تو البتہ وہ کہایا ہو حلال ہو جاتا ہی مگر اس صورت میں بقدر قرض
 پہنچ جانی کو بعد اس میں بری الذمہ ہو جائیگا اور مرہن کوئی مرہون ہی کچھ علاقہ
 نہ ہی گا - فقط جن جن صاحبوں کا سلام لکھا تھا میری طرف سے ان کو بھی اور سوا
 ان کو اور علی والو کو بھی شہید یا دیر اسلام کہدینا فقط العبد محمد قاسم -

مکتوب ششم بنام مرزا عبد القادر سیگ صاحب مراد آبادی

جناب صاحب اسلام علیکم کل چوتھی رمضان شریف مولوی فخر الحسن صاحب
 ایک غایت نامہ عنایت کیا اور آپ کو کچھ ثانی کا قصہ زبانی ہی بیان فرمایا
 جن کا اللہ آپ کو کچھ جوہر چھٹی قرابتی اپنی کسانتہ بنظر احیاء سننے واقع ہوا اور مرزا حمایت علی
 بیگ صاحب کو سفر حج مبارک ہو مرزا صاحب اپنا منصب یہ تھا کہ جناب پیر و مرشد مدظلہ کی
 خدمت میں سفارش نامہ لکھ کر سفارش کر کے کچھ تو مناسب ہوئی چاہی اپنا حال لکھ کر اور کوئی نہ جانے
 تو میں خود تو جانتا ہوں پر جہاں اور موخلاف منصب اپنی سرپرستی بیٹا ہوں اگر خاطر سے
 ایک سہی عمر بیضہ حضرت کو نام کا پہنچتا ہو مرزا صاحب اتنا کریں کہ جہاں اور ونگو
 یاد کہیں اس باب لگانہ کو ہی عارض فراموش نہ فرمائیں اور حضرت تقلد کی خدمت میں
 دو کلمہ انجیر لکھ کر پیر پیر ہو جائیں مرزا محمد نبی بیگ صاحب راونکو والد صاحب کی
 خدمت میں سلام عرض کر دینا اور جناب حافظ عبد العزیز صاحب سلمہ اللہ ہو اگر نسیان
 حاصل ہو تو میرا سلام یاد رکھنا سوا اونکو مولوی بی عبد الرشید صاحب راونکو مولوی تنہا
 صاحب اور مولوی محی الدین خان صاحب اور مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب
 وغیرہم کو ہی یاد ہو تو سلام عرض کر دینا اور مرزا حمایت علی بیگ صاحب کو
 بعد سلام سنون مضمون مرقوم بالا گذارش کر دینا فقط راقسم محمد قاسم

مکتوب مقیم بنام مرزا محمد علی صاحب کشتا نشین و ادائی دین

سربراہ عنایت سلامت السلام علیکم۔ آج گیارہویں رمضان کو آپ غایت
 پہونچا عبادۃ میں نہ لگنا کسی خطا کی سزا ہے استغفار اور لا حول کی کثرت چاہیو
 باقی قرض کو ادا کر لو کسی عامل سے پوچھ کر محکومہ عملیات میں خل نہیں اگر ہو کہ تو جناب
 مولوی اکبر علی خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حال عرض کروادائی قرض

لے جو کچھ فرمایا میں اس کو تعمیل کرو اور کٹھن اپنے رزق کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا میں اس کو
 یاد رکھوں گا اوس سے پہلو پہلو حبیبی اللہ ونعم الوکیل اور لا حول ولا
 قوۃ الا باللہ ولا ملجأ ولا منجی من اللہ الا الیک بائع بائع
 پڑھ لیا کرو اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بھی پڑھ لیا کرو اور پڑھتی
 وقت یہ مہیاں رکھا کرو کہ میں انہی اللہ تعالیٰ کو سامنے حاضر ہوں اور دل و زبان سے
 عرض مطلب کر رہا ہوں۔ مرزا قادر بیگ صاحب مرزا محمد نبی بیگ صاحب
 کو یاد رہے تو سلام کہہ دینا اور سواہی اونکو اور کوئی احباب میں سے ملجائی اور یاد آجائی
 تو اونکو بھی فقط

مکتوب ششم در باب علاج ہوس و سیاہ فاشی

براہیاعنابت مرزا محمد عالم بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم آج
 پندرہویں تاریخ جمعہ کو دن تمہارا خط پہنچا کیفیت حال معلوم ہوئی میں بھلا
 و فعلن انشاء فرمیں بیمار ہو گیا تھا اوس مرض سے شفا تو انشاء راہ ہی میں ہو گئی تھی
 مگر جس کو کسی نہ کسی قسم کی خلش چلی جاتی ہے یہیں کہاں سے کی شدت ہو گئی دو تین
 مہینے اس کی تکلیف رہی اب بفضلہ تعالیٰ اس کو بھی آرام و یون ہی برای نام
 باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی رفع ہو جائیگی غرض اب میں اچھا ہوں باقی
 کمی ہوس دنیا کے لئے یاد گاری موت سے بہتر کچھ نہیں ہو سکتی تو سرور و گہری آدھ گہری
 سوت کو قصور میں گزار دیا کرو اور اس وقت اس قسم کا خیال رکھا کرو۔ کہ
 حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت انبیا ہوی وہ سب مر گئے جب قدر بادشاہ
 اس زمانہ سے پہلو ہوئے وہ سب مر گئے بزور دین کوئی چھوٹا تو انبیا چھوٹے اور بڑے دنیا

لونی بختا تو بادشاه بختی من نه الی الذی نه اول الذی نه زور دین نه زور دنیا
 من بختی تو کیو بختی چون پیر کسی سانه قیامت کی حساب کتاب و عذاب ثواب تو کیو بختی که فقط
 مکتوبیم بنام جو لوی میر محمد صادق صاحب مدنی باب تحقیق حکم مجله

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین سیدنا
 خاتم النبیین محمد اله واصحابه وازواجه اجمعین بید حمد و صلوة
 بنده کترین سیدان دوسر سامان محمد قاضی محبت سر ابا غایت محرمی مولوی میر
 محمد صادق صاحب دایم عنایت و این سلام سنون عرض برداشت عنایت نامه موقوف
 باستقامت رسید که حضرت مجمع البحرین شریعت و طریقت مخدوم و متاع خاص عام جاب
 محمد و منامولنا سید عبدالسلام صاحب امیر کانه صدور یافته بود بمنون و شکر شدم
 تقضای عنایت سامی آن بود که توقف نمی کردم و قشکی عنایت نامه ذریعہ ممنونهای حق
 شده بود و هماندم و تکریم قلم و کاغذ بیدگر بالاسکے کاملی طبع ادا و ابرق گوناگون بختی
 و دوسر سامانی سامان این تقصیر و سر بای این خیر شد رسیدانی و همه می اندیشه سفینه بگنجینه آورده ام
 و نه مکتوبات سفینه البینه سپه باین سیدانی و این دوسر سامانی نه جرت بچو کار مبادل آید
 و نه دل بدست کار فرماید و ذخیره ام همین خیالات بر گزیده من اند که یکر اگر بدل می شنید
 دیگران آنرا از جمله سفاین شریعی می بینند مگر بنده گنده را بخت محروم نه تنهانی از
 سلق است اعتقاد لاحق هم بدل فرام آورده ام اگر با مثال ایما خدام همچو مخدوم
 فرزند و یا صهار آن که ام است که انتظار ارشاد او خواهم کشید باین جواهر زمین مصمم
 شد که من را بخونم اگر سبب خاطر خدام و الامتقام افتاد و نه کلامی زبون بر لب من
 نامه یا خود را باز خواهم گرفت اکنون یکید و سخن بیشتر از عرض مقصود عرض میکنم اول اینکه

در عرف عام هر قوم و هر زبان بساست که خطاب بالقباب عامه کند و مخاطب خاص
 باشد اکثر آنرا با القاب همچو مولوی صاحب و شاه صاحب شیخ صاحب و غیر از صاحب
 و منشی صاحب ندانند و منادی از یک شخص بیش نباشد همچنین در مصلحتا شریع نیست
 قرآن و حدیث نیز در مواقع کثیره این طرز اختیار افتاده میفرمایند که **وَأَقِمْ الصَّلَاةَ**
وَأَتُوا الزَّكَاةَ از شایسته خطاب عام است و مخاطب این حکم جز انبیاء نمی تواند شد رسول
 صلی الله علیه و آله سلم را خطاب همچو **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ** یا و منفرست و طاعت
 که این لقب چه قدر از حضرت مخاطب صلی الله علیه و آله سلم عام است بالجمله این انداز و از انداز
 او ابراطب و طرز کلام نیست بلکه در زبان معمول بهر خاص عام است دوم اینکه اگر فرض کنیم
 دو کس یا زیاده از قومی ساکن یا شیوخ شلانشسته باشند و یکم از آنها گویا که باشد و دیگری از
 از حاضران نیست با وجود اطلاع کیفیت چشم و گوش او نشان خطاب عام مثل میر صاحب و شیخ صاحب
 آواز او را گویند به بین یا بشنود این حکم دیدن و شنیدن تعین و تشخیص مخاطب فرماید هر که از حاضران
 عقلی است باشد بر تامل به فهمد که مراد این کس است نه آن همچنین مخاطب به یقین اندک سقط را
 حکم نمیزد دیگران متوجه آنکه اگر خطاب بر یکی رسول یا ک و صلی الله علیه و آله سلم حکم را بشرط مربوط
 فرمودند ارتباط آن حکم بآن شرط از قیاس ارتباط توقف باشد که فیما بین توقف و موقوف علیه باشد
 و بدین سبب احدی نمیرسد که اگر حکم که غرض از ارتباط بود محقق شود یا بدو آن شرط هم آن حکمت
 توان شدن بشرط الفوق گردانند و آن حکم را بشرط مربوط ندانند و بر آن شرط موقوف چندند و شللاً
 بنحله شرط جمیع جماعت هم است و حکمت از شرط جماعت بجز این چه توان گفت که از اجتماع
 و اجتماع مو عطا یعنی خطبه مقصود است اگر جماعت شرط نکنند باشد که مردم فراموش نمایند پس
 تنها و عطا می خطیب اگر عطا گویند متعین که باشد مگر پیدا است که اجتماع مجوز فراموشی مردم است
 توقف صحت نماز جمیع جماعت از چه رو است اگر فراموش آیند و نه تنها نماز خود بجا آرند و بجز نماز

یا سجا و دیگر گرفته نماز جماعت ادا کنند مقصود اصلی بهم رسد مگر کسی را ندانم که بجز این صورت
فقو و غلبه پس این سخنان معروضه معروض خدمت خادم باو که آیه یا ایها الذین امنوا
اذا نودی للصلوة فمطعمون یوم الجمعة فاستعوا الی ذکر الله و ذکر البیت هر چند
بر وجهی هم خطاب بشیر بان است که همه کس این حکم عام است سافر باشد یا مقیم معجم باشد یا غیر
علام باشد یا آزاد و غل باشد یا جوان زن باشد یا مرد و سگر چون نظر آیه او امر بایستی یعنی
فاستعوا الی ذکر الله و ذکر البیت رسانند خود واضح شود که بجز مردان آزاد و توانا باقی
و جوانان محرومان و سگس این اهل اسلام مخاطب این احکام نیست تفصیل این اجمال احصیت که سعی
اگر مطلوب توان شد از مردان توانایان توان شد از بیماران و زنان حال بیمار آن محرومان
است ناتوانان کار توانائی چه اند باقی مانند زنان در حق ایشان همچو کما یصبر رب
یا حلیه تن ارشاد و قه انظر زنا را بچه ناکیدات بطین بهر خانه نشینی مثل فرقی بونکن
و غیره ارشاد فرمودند و طاعت است که در حق بالضر و احتمال انکشاف محل نیست است و وادای
کوچه برین بیشک مقتضی است که وقت تقابل رخ و جامه از ستر میاخته برفند همچنین
خطاب و در البیت مقتضی است که مخاطبان احتیاج و شتر حاصل است و نه و در وایع
فرمودن چه سعی دارد و طاعت است که نه علام مرد و اینکار است و نه طفل نابالغ را این اعتبار
شاید همین است که ارشاد فرموده اند الجمعة فمطعمون علی کل مسلم الجمعة الاربعه
عبد مملوک او امرأة او صبی او مريض رواه ابو داود و فی باب الجمعة للصلوة
والمرأة بان چون کیفیت اذان جمعه را که در زمان نبوی بود صلی الله علیه و آله وسلم اگر یاد کنیم
این عقده هم منحل شود که سافر از این تخفیف تصدیق است شرح این محامیان است که در زمانه
برکت تو هم حضرت بنی صلی الله علیه و آله وسلم اذان جمعه همانوقت گفته می شد که امام زمانه
نشیند نظر برین ترکیب و شتر او و او وی لغرض استماع و عطا امام یعنی خطبه باشد

لفظ الی ذکر الله خود دلیل دعوی است آخره را از ذکر اینجا همان و عطف خطبه اند که اگر امام
 و خطیب باشد و چون فضائل استماع خطبه ذکر است شور و شغب را که مانع از استماع باشد باید که
 این امر دیگر منوط می شود که طلب اصلی از روزه جمعه احتمال بهر حال و عطف خطبه باشد و همین
 که فاش شود لغز وند با کج فاسد و فرمودند تا اشاره شناسان خداوندی را باین نشیند که غرض اصلی
 استماع است که اگر گاه با هم از این را آهسته خوانند و باشند که در یک کثرت خطبه محروم مانند شاید
 همین است که حضرت عثمان رضی الله عنه اذنی و دیگر قبل از اذان خطبه افزودند تا نباشد که
 که در رسیدن با سنان می شود و خطبه می گارد و غرض بود بعضی مذکور را بود و مقصود بود
 یک آن که بهر هر نماز سقر است اذان و دیگر بیشتر از اذان خطبه افزود و شد تا طلب اصلی
 بود چون بیت آید لیکن از اینجا حدیث ارشاد است عَنْ عَجْفٍ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْضِي الْأَمِيرُ إِلَّا مَمُورًا وَفَتْحًا رَوَاهُ
 مِنْ بَابِ الْقَصَصِ مَرْكُزَاتُ الْعِلْمِ وَمَرَادُ الْقَصَصِ رَحِيطٌ مِنْ هَذَا أَجَانَهُ
 دانندگان دانند جای که عطف غرض ضروری خواهد بود و اینهم ضرور خواهد بود که آن عطف خود
 امیر باشد یا مأمور باشد از او در زمره محال اخل باشد بلکه منع و عطف گویا می کشد و نیز ظاهر
 و عطف جمعی خطبه سوم بذكر الله شد اگر جمعی است فرضیت این عطف اول در جمعی است
 باید داشت و در صحر او دریا و مسافران امیر آمدن این قسم عطف معلوم پس چگونه توان گفت
 که مسافران محکوم این حکم اند که آن سفر را یک نخت حرام گردانند و سواي این سفر که
 در آن بهر سی و چهل عطف باشد قطعاً حکم آنست که لیکن این چنین می شود و آن در نظر این توان گفت
 این نیز هم بجهت نهاده اند و آنکه اشاره حدیث اول در جمعی بطریق ظاهر می آید آن
 چنان فهمد ظاهر عموم یا ایها الذین آمنوا اذنوا دی للصلاة هم مسافر و اخل می نمود
 چنانچه از ظاهر و در خصوص مسافر و غیره آیه است همچنین اشاره لفظ جماعت که

در حدیث مذکور است مخصوص از حدیث است بچاره سافراجماعت از کجا بدست آید
 یا سفر را تنها در حق او حرام گردانند یا جمعه را بر او واجب نمایند مگر سفر را تنها باشد یا نشاء
 در حق کسی که در حق او نیست گفت چارها چار او را بدیم و چون واجب باشد آنکه مثل الواح شیطانی هم
 در حدیث آمده در اول اسلام بود و اگر هنوز این بنی بر حال خود باقیست الا انسان فسا
 فوقها جماعت شیر آید که اگر دو کس هم بهم شوند سفر جائز است ممنوع نیست مگر در صورت
 نه شرفا جماعت باطل حقیقه بدست آید نه بطور شافعیان بدست آید بلکه از لفظ الذین استوا
 باز نفع فاسع او و در باب انضمام آنکه کترین مطابق جموع حسب وضع لغت شده و اندرین
 امر دلالت دارد که کم از کم سواي امام کسی می یابند چه مخالف یا ایها الذین همان سامعان اند
 که دیده و عطا امام خوانند شنیده آنکه امام هم داخل جماعت شان است زیرا که اند اولو حسب
 قرار و سابق وقتی می بود که امام جلوه بر میسر میکرد و نظر برین این حکم مخصوص سامعان خطباء عالم
 باین حکم و کار نیست الغرض ضرورت امیر یا امام و هم ضرورت جماعت سافرا هم از
 آیه و حدیث یکطرفه و دیگر شراط امیر یا نائب امیر هم بوده ضرورت خطبه که از لفظ فاستعدا
 الی ذکر الله می آید است با انضمام حدیث لا یقیض وجه شد باقی ماند خطبه شرط مصر اگر غور
 کند همین ضرورت امیر و امور دست در که آن در چه مصری نباشد که حاکم در آن خود بخود باشد
 وقت اگر غایت نائب و بالضرور خواهد بود و فرق فیما بین امیر و قری و شهر و او دیهات
 نه آنچنانست که محتاج بیان باشد و در ولایت شهر و او دیهات می باشد و هر کس
 بخود استماع این القلا معانی این الفاظ می شناسند و بجز و شاید شهر از وی تمیز میکنند
 قابل بیان اگر چه همین بود که شهری خلای از حکام نیانند خود سلطان باشد یا نائب سلطان باشد
 و در دیهات و روستاها و صحرا خواه روستا و روستا افروزی سلاطین ضروری است و نه نصایح
 گسری نواب شان حسب نظر برین صحرا و دیهات را به کیو گد نشینند و گار گذاری سرکاری

بزرگوار شهر نیاوند و ازین تقریر اینهمه موید باشد که جواز حبه بسبب کس محل اشتراط ضرورت
 مصر و حبه دیگر است بضرع فراهمی کجاست کثیر نیست آری بالای ضرورت مشار الیه این شرط
 این فائده هم در آغوش دارد که وعظ و در شهر خالی از هیچ کثیره کمتر باشد و با اینهمه مردم شهر
 اکثر ارباب فہم باشند قابلیت تعلیم چند آنکه اوشان ارد اہل مدینہ ندارند و در مجامع کثیر اگر
 ہمہ تسلیم نمی کنند باری ازین ہم چه کم که بدو کس وعظ و وعظ در گیر و باز وعظ و پند صحبت
 دیگران ابراهیم کثر اکنون معروضی دیگر بجز بخت خادم عرضی میکنم فہم این اشارات
 از کلام بانی چون ہمہ مردم را سبب نیست واحادیث مصر در این معنی سجد تو از رسیدہ اند
 انہام علماء مختلف شدند و عوام را گنجایش امید مغفرت بر تہا و در صورت وجوب
 نزدیکی عدم وجوب و یکی ہمہ رسیدہ رفته رفته کمالی نوبت تا آن رسید کہ مستصبان حنفیہ
 عمدا ترک تہا و حبه آغاز کردند و این نہ نیست کہ اندرین صورت بخواہی التفتی من یفتی
 التبتجات در همچون نہ تہا جمہ ضروری است بلکہ فرض ظہر ہم وجوب گرد یعنی این سلم
 کہ در مجموع قطعہ فرضیہ باین سنی کہ اگر شرط از شرط مذکور فوت شدہ تا سہ ادا و جمیعہ مجموع
 نماز ہا و پنجگاہ فرض است منکران کافر قایل اعتماد نیست در مع ما یزیدک الما ینک
 قانونی اگر بہر مواقع تنگ تجویز فرمودہ و آن اینکه اگر فرضیت احد الامرین بلا تعین یقین کامل
 حاصل باشد بہ نسبت یگانگی یقین کامل نبود بلکه یقین باشد و ادا با یکدیگر ادا
 یک امر فارغ نتوانست این بدان ماند کہ مردی صدقین بگوید یا کم و پیش مثلا قرض دیگری
 بذمہ خود داشتہ باشد و پس از زمانہ در از دستک افتد کہ او اگر دہم یا فی ازا اول امر
 بودن قرض و نبودن آن شکوک بود و صاحبین عالمی است و تہا تنفی میکند کہ میدہد
 یا نہیں دہاند و فی صورت اقتضای دیناری چنین است کہ ادا کند و اگر دہد قرض شک
 است بگوید بہت یاد و روپیہ می باید کہ سر دہد و پاد اکنہ اگر صاحب حق تابع حق است

در صورت بقار حق خویش بقصد حق خویش خواهد گرفت باقی را با وجود او خواهد فرمود چون
در اینجا هم همین صورت بوقوع آید می باید که اهل اسلام هر دو را داد کنند حق تعالی حق خود را
قبول خواهد فرمود و باقی را عوض و پس خواهد داد یعنی هر چه که فرض نبود آنرا بحساب
نوافل خواهد گرفت از آنجا که اعطاء ثواب حسب اراد و کم بر نوافل واجب است آیه ثواب ^{طلب}
مکافات جانگاسی بنده گان محمدا و فرمود اما فرائض حقوق سرکاری اند عوض آنها بمقتضا
صوری نیست بلکه آنرا همچو باقی سرکاری باید بدست چنانکه باقی سرکاری همچو فرض رعایا
و جب العوض نبود همچنین فرائض و جب الثواب نباشد و نوافل را همچو حساب بازاری
و فرض رعایا باید دست که یک نه هم اگر می گیرند قیمتش و عوضش را میکنند مگر چون جمع
قطع نظر از شرط است هم شعایر اسلام اگر از ادای نماز نتواند را وایش رود و در میان
کم فهم را بوجه کوفه فهمی و محنت کاملی مقصود شدن شرائط موجب کج حمله شود و نه باعث
افزایش نماز ظهر بصورت گمان این محمدان یعنی وقت اختیار تا کی جمعه و همانست
او این ظهر است او را میرسد که از ظهر باز دارد تا جمعه مستقیم شوند و جمعه را قایم کنند چنانکه در حدیث
الْأَخْيَارُ كَأَمْتِي أَوْ أَصْحَابِي رَحِمَهُمُ اللَّهُ كَقَالَ شُعْرَانُ خَيْرٌ سَيَأْتِيهِ دَوْمٌ نَعْرَ مَخْلُفٍ
خود با طاعت و حیت مرم و استه است و العزال ان بعزل او شان گره خورده چون
اینقدر اختیار گران بهابا و شان از زانی فرموده اند نصب امام و عطف که حصه است از ان
چرا که بدست شان نباشد و عطف و امامت از کارهای امام عام است امامت صغری و عطف
و بند با امامت کبری و اولی الامر بتو دارد که نو ضعیف با تو قوت نیست اگر امام موجود است
دست بدست و گریه و ادون نشاید که اجتماع دو حاکم صدقته در پر دارد و همین است که
قتل ثانی و وفار بیعت اول ارشاد فرموده مگر جانبیک نباشند و کسی را امام خود گردانیدند
چندان و از قیاس نسبت چنانوقت امامت امام عام توان کرد تا با امامت صغری چه رسد

غرض نظر بر اختیار ائمه است از انصاف امام خاص بدینچه اولی باید داد و انکار از او
 باید گرفت این امامت مخالفت بشرط امام عام نباید فی حدیث پیش رو و وقتی است که
 که از امام عام نامی نشانانی باشد تا که بالمعنی جمیع بین الخلیفتین لازم نیاید در صورت جوش
 اینک است از حدیث خبر آنکه بدست مرفوع اشارت الفاظ قرآنی اعنی اطیعوا الرسول
 واولی الامر منکم کار امام بود اگر وعظ دیگر بشنوند و برابر منی دیگران کنند گویا همانرا
 اولی الامر قرار دادند و بالمعنی در باب خلیفه اول خلیفه دیگر نه نشانند لکنون که مدش غایت
 اگر وعظ دیگران بشنوند مخدوم نیست چون افعی این تقریر این شرط از میان برجات
 بشرط مصر هم یک طرف رفت چه بشرطش لزوم بشرط شرط امیر بود آن شرط بر الفاظ
 روایات مشعره ضرورت مصر عام اند لهذا احتیاط همین است که نامقدور رعایت شمس
 پیش نظر ماند و اگر کسی در وجهه قائم کند دست گریانش نرند که اول این شرط طنی بود
 باز حسب تقریر مذکور ضعیف و در آن بهر سید مگر خلجانی هنوز باقی است عرض آن قدری
 چنانکه ادای ظهر که همان را موجب تهاون رجوع می شود همچنان این اجازت نصب امام
 خاص اختیار استماع مواعظ و غلب آن موجب تهاون در نصب امام عام است گویا
 شریک میشد شاید بهت اهل حق جمعه شده بدایت اهل عصر و انبار روزگار چه
 سبک و نظر بر جمیع اهل نظر و اجماع احوط میباشد و نه وجوب نصب امام نیاسنیان نیست
 و بدست که این موجب حق نیست اختیار نصب امام خاص بیشک این وجوب را
 بضعف میرساند نیست آنچه که درین اساس من بدان میرسد مگر نه قاضیم فقیهم نه مفتی
 نه که اجتهاد کنم و خلق قول من بشنوند اگر دیگران هم مصیفر شیخ مذنبها و نه کالاست
 زبون بر پیش خاوند این دفتر بی منی را بر سر من زنند و بر چه بناست وقت دانند و موافق
 اشارات علمد ربانی که از اتباع قرآن حدیث و تفیلهند اختیار فرمایند و این را میزنند

هم اطلاع فرمایند تا پیری امیرین هم سر و دم و در تفرق کلمه شوم بخیرست حضرت
نمودم و سماع من برکت تاب مولوی سید عبدالسلام صاحب الزین و اقلاده عمر عسری را
به موسس برپا داده سلام و شوق که بصدریا نشین باشد عرض اندوزن بغرض دعا
این کار کرده ام و در از فتوی استفتا از ائمه مشهور است تنبییه تقریر پیش نام را که
ملاحظه نماید فرموده خواهد دانست که شروط حنفیه اگر معارض عموم طاهری خطایا الله
و الاذونوی للصلاة است اما این عموم خطاب حکم عقوبات مذکوره یعنی آن
نیست که حکم جمیع باشد از او حکم سبانی تخصیص حکم میکند و هوای خود که بشروط
مذکوره از بعضی است می رانند و احادیث مستنده خط مضمونه و موضع آن هستند مستند بشرط
بنا احتمال الطلال بعض علم برداریات اما که بعضی آنها لائق خیالات بعض اکابر مطعون اند
مثل تنبیذ مگو قبله شریط مذکوره موهبه مذابضه باین طرکه که بعضی مواقع بدون این شروط
هم کار میبشود بر این دست اجمال آن نباید فرموده آری بطور اقباطا بوجوه ضرورت دیگر اگر
مترکب این اجمال شود چنانچه عرض کرده ام چندان از قواعد شرع نیست که باین
قباطا از ائمه متقدم شرع شریعت او باین احکام منسی بر حقیقتا اند
و چون در این ائمه می بر این قباطا است چنانچه الفاشره
در این خطوط چنانچه از ائمه متقدم نظر گواه است مثل مدینه تا که طبع از ادب و انصاف
مقدمه تمام ممانعتی از طبع محققا لایق این بابت بدک است بعد از حصول بر و طاعت
از این امر حق ممانعتی که کسی تحریر است بنابین بر حین ارسال خدمت شریف که با و سیکه
بخطوط چنانچه از ائمه صاحب موهبه مذکوره اصباطا است اور فی الحال ارشاد العالیهین مضمضه
فاصلی شمارا الله صاحب پانی بیتی و نیز فتوحات قاسیه و مکتوبات رشیدی
زیر طبع این مورد که یکم شعبان کشته ام جری

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۲۹۷۶۴
 محمد قاسم صاحب
 (طائف فاسمیه)
 م ق - ل

کتب پانچ
 جامعہ
 ۱۔ دارالعلوم دیوبند
 ۲۔ دارالعلوم کراچی
 ۳۔ دارالعلوم لاہور
 ۴۔ دارالعلوم حیدرآباد
 ۵۔ دارالعلوم ممبئی
 ۶۔ دارالعلوم بنگالہ
 ۷۔ دارالعلوم آگرہ
 ۸۔ دارالعلوم جالندھر
 ۹۔ دارالعلوم راولپنڈی
 ۱۰۔ دارالعلوم فیصل آباد
 ۱۱۔ دارالعلوم گوجرانولہ
 ۱۲۔ دارالعلوم سوات
 ۱۳۔ دارالعلوم خیبر پختونخوا
 ۱۴۔ دارالعلوم بلوچستان
 ۱۵۔ دارالعلوم آزاد کشمیر
 ۱۶۔ دارالعلوم گلگت بلتستان
 ۱۷۔ دارالعلوم شمالی وزیرستان
 ۱۸۔ دارالعلوم جنوبی وزیرستان
 ۱۹۔ دارالعلوم فاطمہ سہیل
 ۲۰۔ دارالعلوم خیرات
 ۲۱۔ دارالعلوم اہل بیت
 ۲۲۔ دارالعلوم اہل حق
 ۲۳۔ دارالعلوم اہل معرفت
 ۲۴۔ دارالعلوم اہل فہم
 ۲۵۔ دارالعلوم اہل حقیقت
 ۲۶۔ دارالعلوم اہل حقیقہ
 ۲۷۔ دارالعلوم اہل حقیقیہ
 ۲۸۔ دارالعلوم اہل حقیقیات
 ۲۹۔ دارالعلوم اہل حقیقیات و حقیقیات
 ۳۰۔ دارالعلوم اہل حقیقیات و حقیقیات و حقیقیات

